OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
http://sbbu.edu.pk/actaislamica

عقلی حقائق کے مخالف ہونے کی وجہ سے بعض احادیث پر کئے گئے اعتراضات اور شبہات کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

Research and Critical Review of Objections and Doubts to Some Hadiths Due to Contradiction to Rational Facts

Dr. Navid Iqbal
Assistant Professor, Department of Hadith & Hadith Sciences, AIOU, Islamabad,
navid.iqbal@aiou.edu.pk

Dr. Mufti MuhammadI lltimas Khan
Department of Islamic Studies, Peshawar University. muftiiltimas@uop.edu.pk

Dr. Qaisar Bilal
Lecturer, Department of Islamic Studies, Kohat University.
qaisarbilal@kust.edu.pk

Abstract

There is no doubt that human intellect has been given a due place and considerable important in the Islamic law system. In the Holy Quran, Allah Almighty has stressed and urged, time and again, humans to use their intellect and common sense which is indicative of the fact that human intellect plays a significant role in Islamic law and it is on the basis of this intellect than humans excel and are above all other creatures. But like other creatures, the human intellect has limitations and is neither comprehensive nor capable enough to perceive and understand all sorts of theistic and secular activities.
Since human intellect has a limited capacity and is not sufficient capability to deal with all sort of secular and religious issues simultaneously, so whenever it tries to understand all-encompassing aspects, the result is that their understanding and insights are generally based on misguided notions, imprecise understanding and aberrant and wrong conclusions. Resultantly, religious obligations are misinterpreted as contrary to intellect and is rejected. Related to these general issues is one crucial issue whether Hadith can be contrary to human intellect and reason or not, whether there can be any difference between human intellect and hadith. This study will have a discussion on such hadiths which are considered as contrary to human reason and intellect and are counted as Hadiths. Therefore, a thorough discussion will be made about these Hadiths in the light of sayings of Islamic Scholars and Muhadditin and to find to what extent are their objections are correct.
Keywords: *Hadith, Critical Analysis, Rational Facts, Islamic Scholars, Muhaddithin*

اس میں کوئی شک نہیں کہ احادیثِ مبارکہ شریعت کے بنیادی مأخذ میں سے ایک ہے۔ بلکہ قرآنِ کریم کے بعد دوسری مأخذ ہے۔ بعض علماء نے توجیت کے اعتبار سے حدیث کو قرآنِ کریم کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک دلیل کے اعتبار سے قرآن کریم اور سنتِ رسول ﷺ کا حکم ایک جیسا ہے، جیسا کہ خطیب البغدادیؒ نے اپنی کتاب الکفایہ میں [1] اور علامہ ابنِ البرؒ نے جامع بیان العلم میں [2] اسی موقف کو ترجیح دی ہے۔

اب یہ بات کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کونسی ضعیف ہے، محدثین نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لئے اصول وضوابط مقرر کئے ہیں اس لئے جو حدیث ان

CC BY

پر پورا نہ اترتا ہو ان کو ضعیف اور موضوع کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ان اصولوں میں سے بعض سندِ حدیث سے متعلق ہیں اور بعض متنِ حدیث سے، کیونکہ تمام احادیث دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں، ایک سندِ حدیث دوسرا متنِ حدیث۔ علماء نے جس طرح سندِ حدیث کو پرکھنے کے لئے گراں قدر اصول اور قواعد مقرر کئے ہیں جن کو محدثین نے مصطلح الحدیث، اصول حدیث، علوم الحدیث جیسے عنوانات کیساتھ لکھی گی کتابوں میں وضاحت سے بیان کئے ہیں۔اسی طرح محدثین نے متنِ حدیث کو پرکھنے کے لئے بھی جامع اصول اور ضوابط مقرر کئے ہیں۔اگر کوئی حدیث، متن کے حوالے سے ان اصولوں میں سے کسی اصول کے خلاف ہو گا تو وہ حدیث مقبول ہونے کی بجائے مردود شمار کیا جائے گا۔جیسا کہ عمرو بن بدر الموصلی فرماتے ہیں کہ نقد حدیث کے وقت علماء نے صرف سندِ حدیث پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس معاملے میں متنِ حدیث کو بھی شامل کیا جس کی بنیاد پر بہت ساری ایسی حدیثوں کو موضوع قرار دیا جو سند کے حوالے سے بالکل درست تھی لیکن متنِ حدیث میں ایسی قبیح علتیں تھی جن کے ہوتے ہوئے احادیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔[3]

حدیث کے قبول، رد کے حوالے سے جو چیزیں معیار کا کام دے سکتی ہیں اس کے متعلق خطیب البغدادیؒ نے لکھا ہے:

"واذا روی الثقة المامون خبرا متصل الاسناد رد بامور: احدها ان یخالف موجبات العقول فیعلم بطلانه لان الشرع انما یرد بمجوزات العقول واما بخلاف العقول فلا۔ والثانی ان یخالف نص الکتاب اوالسنة المتواترة فیعلم انه لا اصل له او منسوخ۔ والثالث ان یخالف الاجماع فیستدل علی انه منسوخ اولا اصل له لانه لا یجوز ان یکون صحیحا غیر منسوخ و تجمع الامة علی خلافه۔...... والرابع ان ینفرد الواحد بروایة ما یجب علی کافة الخلق علمه فیدل ذلک علی انه لا اصل له لانه لا یجوز ان یکون له اصل وینفرد هو بعلمه من بین الخلق العظیم۔ والخامس ان ینفرد بروایة ما جرت العادة بان ینقله اهل التواتر فلا یقبل لانه لا یجوز ان ینفرد فی مثل هذا بالروایة"۔

"اگر کوئی ثقہ اور آمین راوی متصل سند کے ساتھ بھی بیان کرے تب بھی انکی روایت کو چند امور کی بناء پر رد کیا جا سکتا ہے۔ایک یہ کہ وہ حدیث عقل کے مقتضاء کے خلاف ہو (عقلی حقائق کے مخالف ہو)۔ایسی صورت میں حدیث کا مردود، باطل ہونا شمار کیا جائے گا۔کیونکہ شریعت کے احکام عقل کے مقتضاء کے مطابق نازل ہوئی ہے نہ کہ عقلی حقائق کے منافی۔دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی حدیث، آیاتِ قرآن یا خبر متواتر کے مخالف اور منافی ہو۔ایسی صورت میں اس حدیث کے بے اصل ہونے یا پھر منسوخ ہونا معلوم ہو گا۔تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی حدیث یا تو منسوخ شدہ ہیں یا پھر اس کی کوئی اصل ہی نہیں کیونکہ ایسا ہونا ممکن نہیں کہ کوئی حدیث اپنی جگہ صحیح اور غیر منسوخ ہو۔پھر بھی امتِ محمدیہ کا اجماع اس حدیث کے خلاف واقع ہو جائے۔چوتھی صورت یہ کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے صرف ایک راوی ہوں جبکہ اس حدیث کا تعلق ایسے موضوع سے ہو جن کا جاننا یا اس سے باخبر ہونا تمام لوگوں کے لئے ضروری ہو تو پھر ایسی حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی کوئی اصل نہیں کیونکہ ایسا ہونا مشکل ہے کہ ایسی حدیث ہو جن کا جاننا سب کے لئے ضروری ہو۔لیکن راویت کرنے والے صرف ایک راوی ہو باقی کوئی اس کو روایت کرنے والا نہ ہو۔پانچویں اس صورت میں حدیث رد کر دی جائے گی کہ ایسی بات کو نقل کرنے والا ایک شخص ہو جس کو نقل کرنے والے عادتاً زیادہ لوگ تواتر سے نقل کرتے ہیں۔تو ایسی حدیث بھی مردود شمار ہو گی کیونکہ یہ درست نہیں کہ عام واقعہ کو نقل کرنے والا ایک ہی شخص ہو باقی کوئی نہ ہو۔[4]

منہج تحقیق:

علوم اسلامیہ میں دوران تحقیق کسی علمی بحث کے لئے مختلف قسم کے طریقہ منہج اختیار کئے جاتے ہیں ۔ ہمارے اس رسالے میں استقرائی طریقہ (Inductive Method) کے ساتھ ساتھ طریقۂ بیانیہ (Descriptive Method) کو بھی اختیار کیا گیا ہے۔احادیث پر کئے گئے اعتراضات اور شبہات کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے جوابات کو بھی دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

قضیہ تحقیق:

علماء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ حدیث عقل کے خلاف بھی نہ ہو کیونکہ عقل اور نقل کا تعارض ممکن ہی نہیں۔ لیکن جب عقل، عقلِ سلیم ہو، اور حدیث بھی صحیح اور مستند ہو لیکن اس کے باوجود بعض اہلِ علم نے کئی ساری احادیث کو یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ یہ احادیث عقلی حقائق کے خلاف ہیں۔ اس لئے یہ معلوم کرنا ہے کہ جب کوئی حدیث حقیقی معنی میں عقل سلیم کے مخالف نہیں ہو سکتی تو پھر ان اعتراضات کی حقیقت کیا ہے؟

احادیث کے حوالے سے بحث کرنے سے پہلے ہم سب سے پہلے عقل کے لغوی، اصطلاحی معنی، عقل کا شریعت میں مقام، عقل و نقل کا متعارض ہونا، جیسے مباحث پر گفتگو کریں گے اس کے بعد ان احادیث پر تبصرہ کیا جائے گا جن پر بعض اہلِ علم نے اعتراضات کئے ہیں۔

عقل کے لغوی معنی:

عقل کے لغوی معنی کے بارے میں ابنِ منظورؒ لکھتے ہیں "لغت میں عقل کسی چیز سے منع کرنا، روکنا ہے، اور اس کی جمع عقول آتی ہے اور اسکی ضد حمق آتا ہے۔[5]

قاموس القرآن میں عقل کے معنی باندھنے اور روکنے کے بیان کئے گئے ہیں۔ اس وجہ سے عقال سے مراد وہ رسی ہوتی ہے جس سے اونٹ کو باندھا جاتا ہے۔[6]

علامہ اصفہانیؒ نے عقل کے معنی یہ بیان کئے ہیں"و اصل العقل الامساک،،،،،۔

عقل کا حقیقی معنی روک جانے یا روکنے کا ہے جیسا کہ اونٹ کو رسی سے باندھ کر چلنے سے روکا جائے، جیسا کہ علاج پیٹ کے اسہال کو روک لیتا ہے اسی طرح جیسے عورت اپنے سسر کے بال کو باندھ دیتی ہے اور زبان کو باندھ لینا اور اس کے بولنے سے روک لینا بھی اسی معنی میں ہے۔[7]

عقل کے شرعی معنی:

علامہ تفتازانیؒ نے عقل کے دو معنی بیان کئے ہیں:

ام العقل: عقل وہ قوت اور طاقت ہے جسکی وجہ سے انسان علوم اور ادراکات کی استعداد کا مالک ہوتا ہے۔ ان کے اس قول سے انکی مراد یہی ہے کہ عقل وہ فطری طاقت ہے جس کی وجہ سے آلات کے درست ہونے کی وقت بعض ضروریات کا ادراک اور معلومات حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ بعض کے نزدیک عقل وہ جوہر ہے جس کی بناء پر پوشیدہ چیزوں کا دلائل اور تعریفات کے ذریعے سے اور محصوص اشیاء کا مشاہدات کے ذریعے سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔[8]

ابنِ الجوزیؒ نے عقل کے شرعی معنی کے بارے میں ایک ایسی مفید گفتگو کی ہے جو عقل کے ان تمام معانی کا احاطہ کر لیتی ہے جو مختلف علماء نے عقل کے بارے میں بیان کئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ "امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ عقل، انسانی ماہیت یعنی حقیقت کے ساتھ گڑی ہوئی ایک طبعی اور فطری صفت ہے اس قول کو محاسبی سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اُن سے ایک اور قول بھی منقول ہے کہ اُن کے نزدیک عقل ایک نور ہے جبکہ بعض نے عقل کو ایک قوت قرار دیا ہے۔ جس کے ذریعے سے اشیاء کی حقیقتوں کو الگ الگ کیا جاتا ہے۔ بعض نے عقل کو علومِ ضروریہ کے اقسام میں سے ایک قسم قرار دیا ہے کہ اس کے ذریعے سے جائز اشیاء کا جواز اور محال چیزوں کا محال ہونا واضح ہو جائے جبکہ بعض نے عقل کو ایک جوہر بسط قرار دیا ہے اور بعض کے نزدیک عقل ایک شفاف جسم کی مانند ہے جبکہ اعرابی نے سوال کے جواب میں عقل کو تجربات کا نچوڑ قرار دیا ہے جو کسی غنیمت میں مل جائے۔[9]

ابنِ الجوزیؒ نے ان اقوال کے ذکر کرنے کے بعد لکھاہے کہ عقل کا اطلاق چار مشترک معنوں پر ہوتا ہے:

1-وہ وصف ہے جس کی وجہ سے انسان دیگر تمام حیوانات سے ممتاز اور الگ شمار کیا جاتا ہے۔اسی وصف کی بناء پر انسان میں نظری علوم کے قبول کرنے کی قوت اور طاقت ہوتی ہے،اس لئے جن علماء نے عقل کو غزیزی یعنی گڑی ہوئی چیز سے تشبیہ دی ہے انکی مراد یہی بات ہے۔

2- عقل سے مراد وہ علم ہے جو انسانی طبیعت میں رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ جائز اشیاء کے جواز کو اور محال اشیاء کے محال کو ثابت کرتا ہے اور ان کا ادراک ہوتا ہے۔

3- عقل سے مراد وہ علم ہے جو تجربات اور مشاہدات کی بناء پر حاصل ہوتا ہے۔

4- عقل کا اطلاق اس استعداد کی منتہی اور اختتام پر ہوتا ہے جس کو گڑی ہوئی چیز سے تعبیر کیا گیا ہے۔[10]

شریعت اسلام میں عقل کی اہمیت:

شریعتِ اسلام میں عقل کو مدار تکلیف قرار دیا ہے۔قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی عقول سے کام لینے کے لئے کتنی تاکید فرمائی ہے اور عقل کی اہمیت کو واضح کیا ہے کہ اپنی عقول سے بھی ذرا کام لو تمہاری عقلیں اس بات کی گواہی دے دیں گی کہ اس کائنات کا مالک، خالق صرف ایک ہی ذات ہے جو اللہ کی ذات ہے، لیکن اگر تدبیر اور غور و فکر سے کام لیا جائے۔ جیسا کہ بہت ساری آیات میں "کیا تم لوگ عقل نہیں رکھتے اور تم لوگ عقل کو کام میں نہیں لاتے۔[11] تم لوگ میری کلام میں غور و فکر نہیں کرتے ہو۔[12] اس کے علاوہ اور بھی کئی پہلوؤں سے عقل کے استعمال کرنے پر زور دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو عقل یعنی دانائی عطاء کی گئی بس انکو خیرِ کثیر مل گیا۔[13] کبھی لفظ شعور سے عقل کے استعمال پر زور دیا ہے جیسے "وہ شعور یعنی عقل نہیں رکھتے۔[14] اسی طرح لفظ لب سے "اور عقل والے ہی نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہیں۔[15] اس کے علاوہ لفظ بصیرت سے مثلاً 'اے عقل والو' عبرت پکڑو۔[16]

ہم نے چند آیات کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ورنہ اور بھی بہت ساری آیات ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بندوں کو عقل سے کام لینے کی کتنی ترغیب دی ہے اور ان کو کام لینے پر ابھارا ہے اور کام نہ لینے والوں کی کتنی شدید الفاظ میں مذمت بیان کی ہے۔

اس کے علاوہ بعض احادیث مبارکہ سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عقل کا عبادات میں ثواب کی زیادتی اور کمی میں بھی اہم کردار ہے۔اس لئے جو شخص عقل کے لحاظ سے زیادہ مرتبے کا حامل ہو گا اللہ تعالیٰ کو اس کی عبادات اتنی ہی محبوب ہو گی، جیسا کہ بعض روایات سے آخرت میں عقل کے لحاظ سے اعمال کی سزا ، جزا کے ملنے کا ثبوت ملتا ہے۔

مشکوۃ میں ابنِ عمرؓ سے ایک روایت منقول ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکواۃ دینے اور حج، عمرہ کرنے والوں میں سے ہو گا یہاں تک کہ رسولؐ نے بہت سارے اعمال سے متعلق ذکر کیا اور ارشاد فرمایا کہ اتنے اعمال کے باوجود وہ اپنے اعمال کی جزاء اپنی عقل کے مطابق پائے گا۔[17]

اس حدیث سے اعمال کی سزا، جزا میں کثرت اور کمی کا دار و مدار کسی حد تک عقل کی زیادتی اور نقصان پر منحصر ہے،اس لئے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اعمال کی سزا، جزاء عبادات کی مقدار یعنی کمیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ حسنِ کمال کی بناء پر ہو گا جبکہ عبادت میں حسنِ کمال عقل ہی کی بناء پر ممکن ہے۔

ایک روایت میں عقل کی اہمیت ایک الگ انداز میں بیان کی ہے۔روایت کا مفہوم یہ ہے "عقل ایسا نور ہے جس کی بدولت حق، باطل کے درمیان فرق واضح ہوتا ہے۔ عقل ہی کی بدولت حلال، حرام کی تمیز ہوتی ہے۔ شریعت کے احکامات کو پہچاننے کے مواقع معلوم ہوتے ہیں۔یہ بندوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف

سے بنایا گیا ایسا نور ہے جس کی وجہ سے بندہ سیدھے راستے کے طرف راہنمائی حاصل کرتا ہے اور بندہ کو ہر قسم کے ہلاکت اور بربادی سے بچاتا ہے۔[18]

خلاصہ یہ کہ عقل ہی وہ انمول تحفہ ہے جس کی وجہ سے انسان دیگر تمام حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے اور یہی عقل انسان کو ہر قسم کے اچھے اور بُرے کاموں کے درمیان تمیز کا سلیقہ بتاتا ہے۔

احادیث کو پرکھنے کے لئے عقل کا دائرہ کار:

اس میں کوئی شک نئی کہ کسی بھی حدیث کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا ایک اہم اور نہایت حساس معاملہ ہے. اس وجہ سے علماء محدثین نے کسی بھی حدیث کی جانچ پڑتال کے لئے اصول اور قاعدے مقرر کئے ہیں. بعض کا تعلق سندِ حدیث سے ہے. جس کو روایتِ حدیث بھی کہتے ہیں. جبکہ بعض کا تعلق متنِ حدیث سے ہے. کیونکہ بعض اوقات کوئی حدیث روایت کے لحاظ سے بالکل درست ہوتی ہے. لیکن درایت کے حوالے سے غلط ہوتی ہے. روایت سے مراد متنِ حدیث ہے. یعنی بعض اوقات کسی حدیث کے متن میں ایسی بات ہوتی ہے جس کو رسول ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے۔ درایتِ حدیث کے قوائد کو بھی علماء محدثین نے بہت ہی گہرائی اور محنت سے مقرر کئے ہیں۔ درایتِ حدیث کے قوائد کو میں سے ایک حدیث کا عقلِ حقائق اور عقلِ سلیم کے موافق ہونا بھی ہے کیونکہ اس حدیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا ہے جس کو عقلِ سلیم قبول نہ کرے. لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ حدیث کے پرکھنے کے لئے عقل کا معیار کیا ہوگا۔ کونسے انسان کے عقل کو معیار اور پیمانہ مقرر کیا جائے گا۔ کیونکہ انسانوں کے عقول میں آسمان، زمین کی طرح فرق موجود ہیں جس کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اس لئے ایسا بھی تو نہیں ہو سکتا ہے کہ ہر بندہ احادیث کے معاملے میں اپنی عقل سے کام لے اور اس حدیث کو قبول کرے جس کو اس کی عقل تسلیم کرے۔ کیونکہ بہت سے لوگ اپنی جلد بازی کی وجہ سے یا پھر کم عقلی کی بنا پر بہت ساری احادیث کو عقل کے خلاف سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ احادیث عقل کے موافق ہوتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں کی اپنی ہی عقل ناقص تھی ورنہ حدیث میں عقل کے خلاف کوئی بات نئی ہوتی۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث میں موجود کوئی بات بعض لوگوں کے نزدیک محال اور ناممکن ہوتی ہے یعنی وہ لوگ محال اور ناممکن سمجھ کر حدیث کا انکار کر دیتے ہیں جبکہ دیگر بعض کے نزدیک وہ محال نہیں ہوتی اس لئے محال سمجھنے والے حدیث کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کن کی عقل کو معیار قرار دیا جائے۔ اہلِ تقسیم کا، اہلِ حدیث، اہلِ فقہ، اہلِ کلام کا، اہل فلسفہ والوں کا جبکہ اُن کے درمیان میں بھی پھر بہت فرق ہوتا ہے۔ کوئی کسی زاویہ سے حدیث کو دیکھتا ہے تو کوئی کسی زاویہ سے، لیکن اصل یہی ہے کہ عقل سے مراد عقلِ سلیم ہی ہے جس کے اندر عقلِ سلیم ہو گی وہ اس چیز کے اہل ہیں کہ حدیث کو عقلِ سلیم کے مخالف قرار دے ورنہ ہر ایک کی بات کو قبول کرنا ممکن ہی نہیں۔ اب عقلِ سلیم سے کیا مراد ہے علماء کے نزدیک عقل سے مراد یہ ہے کہ عقل قبیح چیزوں سے روکے اور نفس کو اچھائی کے کاموں میں محبوس کرے، غلط اور صحیح کے درمیان فرق کو بیان کر سکے اور صحیح فیصلہ کرنے کا مادہ موجود ہو تو اس عقل کو عقلِ سلیم کہا جاتا ہے اس لئے ہم اپنے مکالمے میں عقل کی بنیاد پر کئے گئے احادیث کے جانچ پڑتال کیلئے عقلِ سلیم کو ایک معیار اور پیمانہ قرار دے رہے ہیں۔ جسکی بنیاد پر ہم ان احادیث کے بارے میں تبصرہ کریں گے۔

حدیث نمبر 1 : قیامت میں موت کا مینڈھے کی شکل میں ذبح ہونا

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يؤتى بالموت كهيئة كبش أملح، فينادي مناد: يا أهل الجنة، فيشرئبون وينظرون، فيقول: هل تعرفون هذا؟ فيقولون: نعم، هذا الموت، وكلهم قد رآه، ثم ينادي: يا أهل النار، فيشرئبون وينظرون، فيقول: وهل تعرفون هذا؟ فيقولون: نعم، هذا الموت، وكلهم قد رآه، فيذبح ثم يقول: يا أهل الجنة خلود فلا موت، ويا أهل النار خلود فلا موت، ثم قرأ: وأنذرهم يوم الحسرة إذ قضي الأمر وهم في غفلة-"

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں موت کو لایا جائے گا اور ایک آواز دینے والا آواز دے گا اس پر سب جنت والے گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کیا آپ لوگ اس کو پہچانتے ہو تو وہ کہیں گے کہ ہاں یہ تو موت ہے اس وقت ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہو گا۔ پھر اہلِ جہنم کو آواز دیں گے تو وہ لوگ گردنیں اٹھا کر ان کی طرف دیکھیں گے تو ان سے کہیں گے کہ کیا آپ لوگ اس کو پہچانتے ہو وہ کہیں گے کہ ہاں یہ تو موت ہے۔ اور اس وقت ہر ایک نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہو گا۔ پھر اس مینڈھے کو ذبح کیا جائے گا پھر اہلِ جنت کو کہا جائے گا اے جنت والو اب ہمیشہ کی زندگی ہے موت نے نہیں آنا ہے اور اے اہل جہنم اب ہمیشہ رہنا ہے اس کے بعد موت نہیں ہے اس کے بعد رسول اللہ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی "ان لوگوں کو حسرت والے دن سے ڈراوٗ جبکہ فیصلہ ہو چکا ہو گا حالانکہ یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔[19]

موضوع سے متعلق بعض دیگر روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنت اور جہنم کے فیصلے کے بعد آواز دینے والا آواز دے گا کہ اب اس کے بعد والی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے اب موت نے نہیں آنا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ابن عمرؓ، نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے تو ایک نداء دینے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر آواز دے گا اے آگ والو اب موت نہیں ہے اور اے جنت والوں اب اس کے بعد موت نہیں بلکہ ہمیشہ رہنا ہے۔[20]

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کیا جائے گا۔ اس کے بعد جنت ولے بہت زیادہ خوش ہو جائیں گے اور جہنم والے زیادہ غمگیں ہو جائیں گے۔[21]

جامع الترمذی کی ایک روایت میں سعد بن مالک روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا پھر جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔ اور اس کو اس حال میں ذبح کیا جائے گا جب وہ سب دیکھ رہے ہونگے۔ پس اگر کوئی خوشی کے مارے مرتا تو اہلِ جنت مر جاتے اور اگر کوئی غم کے مارے مرتا تو اہلِ جہنم مر جاتے۔[22]

ابن ماجہ کی روایت میں ذرا الفاظ کے فرق کے ساتھ آیا ہے۔ چنانچہ عبد الرحمن بن صخر روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لاکر پل صراط پر کھڑا کیا جائے گا پھر آواز دینے والا آواز دے گا اے اہلِ جنت، وہ لوگ خوف اور ڈر کی حالت میں دیکھیں گے کہ اب تو ہمیں اس نعمت سے نکالا جارہا ہے جس میں ہم ہیں پھر آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے اہلِ جہنم وہ لوگ خوشی کی حالت میں دیکھیں گے کہ اب تو ان کو اس مکان/مقام سے نکال رہے ہیں جس میں وہ ہیں، اس حال میں ان سے کہا جائے گا کہ کیا آپ لوگ اس کو جانتے ہو، وہ سب کہیں گے کہ ہاں جی یہ تو موت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ پھر حکم دیا جائے گا کہ اب ان کو ذبح کرو۔[23]

مسندِ ابی لیلیٰ میں انس بن مالک کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں کہ موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کیا جائے گا اسی پر اہلِ جنت مطمئن ہو جائیں گے اور اہلِ جہنم کی امید منقطع ہو جائے گی۔[24]

سنن ترمذی میں ابو سعید الخدری کی روایت میں ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے کہ موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا پھر ان کے لٹا کر ذبح کیا جائے گا پس اگر اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لئے زندگی اور بقاء کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو اہلِ جنت خوشی کی وجہ سے مر جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اہلِ جہنم کے لئے آگ میں زندگی اور بقاء نہ رکھی ہوتی تو وہ لوگ غم اور پریشانی کیوجہ سے مر جاتے۔[25]

ابنِ حجر نے لکھا ہے کہ قاضی ابو بکر بن العربی نے اس حدیث پر اعتراض ہونے کو بیان کیا ہے کیونکہ یہ تو صریح عقل کے خلاف ہے اس لئے کہ موت تو

عرض ہے یعنی بغیر جسم والی چیز ہے لہذا عرض جسم میں کیسے تبدیل ہوگا۔ پس اسکو ذبح کیا جا سکتا ہے اس لیئے ایک گروہ نے اس حدیث کے صحت سے انکار کیا ہے۔لیکن بعض دیگر علماء نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہاں پر حقیقی معنی میں ذبح نہیں ہوگا بلکہ ایک مثال بیان کی ہے۔لیکن بعض دیگر علماء نے اس ذبح کو حقیقی معنی ہر محمول کیا ہے اور یہاں پر مذبوح سے مراد موت کا متولی/موت والا فرشتہ ہے اور سب ان کو جانتے ہیں کیونکہ اسی نے سب کی ارواح قبض کی ہیں اور انہوں نے اپنے اس دعویٰ پر دلیل یہ پیش کی ہے اگر ملک الموت کہ زندگی طویل ہوگی اور وہ زندہ رہے گا تو اس صورت میں اہلِ جنت کی زندگی میں ایک خوف اور بے چینی سی ہوگی۔امام قرطبیؒ نے التذکرۃ میں لکھاہے کہ موت ایک معنوی چیز ہے اور معنوی چیزیں جوہر میں تبدیل نہیں ہوتی۔البتہ اللہ تعالی اعمال کے ثواب سے اشخاص پیدا کریں گے اور اسی طرح موت کو اللہ تعالی مینڈھے کی شکل میں پیدا کریں گے۔اور دونوں فریقوں(اہلِ جنت اور اہلِ جہنم)کے دلوں میں یہ ڈال دیں گے کہ اسی موت کا ذبح کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ اب اس کے بعد ہمیشہ کے لئے اس میں رہنا ہے۔لہذا اس سے کوئی چیز مانع بھی نہیں کہ اللہ تعالی معنوی چیزوں کو اجسام میں تبدیل کرے۔جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے۔قیامت کے دن سورۃ البقرۃ، سورۃ ال عمران کو دو بادلوں کی شکل میں لایا جائے گا اور اس جیسی اور احادیث بھی ہیں۔[26]

امام عینیؒ کے نزدیک مینڈھے کی شکل میں موت کو جنت اور جہنم کے درمیان میں ذبح کیا جائے گا اس کے علاوہ امام عینی نے بعض دیگر علماء کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔بعض کے نزدیک مینڈھے کی شکل میں موت کو پل صراط پر ذبح کیا جائے گا جبکہ بعض علماء نے کہا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان جو دیوار ہوگا اسی پر ذبح کیا جائے گا۔امام عینیؒ نے بھی اسی اعتراض کو ذکر کیا ہے کہ موت اور معنوی چیز ہے اور اس کے کیسے ذبح کیا جاسکتا ہے لیکن انہوں نے اس اعتراض کے آگے خود دو جوابات دیئے ہیں۔پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی موت کو مینڈھے کی شکل میں پیدا کردیں گے پھر مینڈھے کو جو ایک شکل اور جسم کا مالک ہوگا اس کو ذبح کردیا جائے گا۔دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس ذبح سے مراد حقیقت میں ذبح نہیں بلکہ بطور مثال اور تشبیہ کے ذکر کیا ہے۔کہ موت کو بھی ذبح کیا جائے گا تاکہ وہ بھی مرجائے اور اس کے بعد کسی کو موت نہ آئے اور وہاں کی زندگی ہمیشہ کے لئے رہے۔[27]

احمد شاکر نے مذکورہ حدیث کو صحیح شمار کیا ہے اور کہتے ہیں کہ دراصل یہ حدیث غیبی موضوعات سے متعلق ہے اور غیبی موضوعات سے متعلق چیزوں کا ادراک عقل نہیں کرسکتا ہے کیونکہ انسان کا عقل ناقص ہے۔اس لئے مادہ، قوت، عرض اور جوہر جیسے الفاظ حقیقی معنوں تک پہنچنے کے اصطلاحات سے زیادہ کوئی حثیت نہیں رکھتے۔لہذا ایک انسان کے لئے سب سے بہترین چیز یہ کہ ایمان کے بعد صالح اعمال کو جاری رکھے اور غیب سے متعلق خبروں کو عالم الغیب میں سے قرار دے کے ان کو چھوڑ دے اور گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کرے۔[28]

ابن القیمؒ نے حدیث کے اندر مذکورہ واقعے کو حقیقی معنوں پر محمول کیا ہے۔کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا اس واقعے کو خیال اور مثال اور تشبیہ پر محمول کرنا درست نہیں بلکہ یہ حقیقی معنی میں ہوگا۔ان کے نزدیک یہ کہنا کہ حدیث کے الفاظ کو حقیقی معنی پر محمول نہ کرنا کہ موت عرض ہے اور عرض کو ذبح نہیں کیا جاسکتا ہے یہ کہنا غلط ہے کیونکہ محشر کے دن انسان کے اعمال کو جس طرح ایک صورت اور شکل میں لایا جائے گا۔اگر اچھے اعمال ہونگے تو بھی ایک جسم کی شکل میں پیدا کریں گے۔لہذا پھر موت کو مینڈھے کی شکل میں پیدا کرنے میں کیا حرج ہوسکتا ہے۔اس کے علاوہ دیگر بعض احادیث سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ قیامت کے دن سورۃ البقرۃ اور سورۃ ال عمران کو دو بادلوں کی شکل میں لایا جائے گا۔اس کے علاوہ بعض دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھ دیا جائے گا تو وہ اپنے اعمال سے پوچھے گا کہ آپ لوگ کون ہو وہ کہیں گے ہم آپ کے صالح اعمال ہیں اور ہم آپ کے بُرے اعمال ہیں۔لہذا جب اعمال کو جسم کی شکل میں پیدا کرنا ممکن ہے اور عقل کے خلاف نہیں تو موت کو مینڈھے کی شکل میں پیدا کرنے میں کیا مشکل ہے۔[29]

حدیث نمبر2: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"خلق اللہ آدم وطولہ ستون ذراعا..... فلم یزل الخلق ینقص حتی الآن۔"

کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش کے وقت ان کا قد ساٹھ گز لمبا تھا۔ پھر اس کے بعد سے مخلوق کا قد برابر چھوٹا ہوتا چلا آرہا ہے۔[30]

۔بعض احادیث میں آتا ہے کہ اولادِ آدم جنت میں آدمؑ کی صورت میں داخل ہوں گے۔ لیکن اس کے بعد اب تک لوگ قد میں چھوٹے چلے آرہے ہیں۔[31]

بعض حضرات نے اس حدیث کو قرآنِ کریم کی اس آیت مبارکہ کے مخالف ہونے کیوجہ سے رد کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اللہ کی فطرت میں تغیر و تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔ آیتِ مبارکہ میں ہے اللہ کی فطرت کو جس نے پر انہوں نے انسانوں کو پیدا کیا ہے انکی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔[32] آگے لکھتے ہیں کہ اگر قد کے چھوٹا ہونے کا سلسلہ جاری رہا اور جاری ہے تو پھر آج کل کے انسانوں کے قد کیٹرے مکوڑوں کی مانند ہو جائے گی کیونکہ آدمؑ کا قد ساتھ گز پھر قومِ عاد، ثمود کا اس سے اور بھی کم ہونا چاہیئے تھا۔ اور اس کے بعد آنے والوں کا تو اس بھی زیادہ کم ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ پھر آدمؑ کے زمانے میں یا پھر اس کے بعد والے زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں اور گدھوں کا قد کتنا ہو گا۔ اس لحاظ سے وہ بھی موٹے اور قد آور ہونے چاہیئے کیونکہ یہ بھی انکی سواری کے لئے ہونگے۔[33]

حافظ ابنِ حجرؒ حدیث کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وَيَشْكُلُ عَلَى هَذَا مَا يُوجَدُ الْآنَ مِنْ آثَارِ الْأُمَمِ السَّالِفَةِ كَدِيَارِ ثَمُودَ فَإِنَّ مَسَاكِنَهُمْ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ قَامَاتِهِمْ لَمْ تَكُنْ مُفْرِطَةَ الطُّولِ عَلَى حَسَبِ مَا يَقْتَضِيهِ التَّرْتِيبُ السَّابِقُ --- وَلَمْ يَظْهَرْ لِي إِلَى الْآنَ مَا يُزِيلُ هَذَا الْإِشْكَالَ"۔

کہ اقوام سابقہ میں سے قومِ ثمود کی بستیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے قد ہمارے قد کے مقابلے میں اتنے لمبے نہیں تھے جتنا کہ حدیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی ترتیب تقاضا کرتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بھی ہمارے زمانے کے لحاظ سے قدیم ہیں لیکن ان کے زمانے اور حضرت آدمؑ کے زمانے کے مابین جو فاصلہ ہے وہ ہمارے اور قومِ ثمود کے زمانے کے مابین فاصلے سے بہت کم ہے۔ اس لئے ابھی تک میری نظر میں اسکی ایسی توجیہ سامنے نہیں آئی جس سے یہ اعتراض ختم ہو جائے۔[34]

علامہ ابنِ خلدونؒ نے بھی اسی بناء پر مذکورہ حدیث کو رد کیا ہے جیسا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ذکر کیا ہے۔[35]

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اولادِ آدم کی قد کے چھوٹے ہونے میں کیا حکمت ہو سکتی ہے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں اس کے علاوہ علماء سلف سے اولادِ آدم میں قد کے تفاوت کے بارے میں کوئی معلومات مذکور نہیں کہ قد کس طرح سے کم ہوئی تھی۔[36]

حدیث نمبر3: حضرت ابو ھریرہؓ نے رسول اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"خفف على داود القراءة، فكان يأمر بدابته لتسرج، فكان يقرأ قبل أن يفرغ يعني القرآن".

کہ حضرت داؤدؑ کے لئے قرآت ایسی آسان کر دی گئی جب وہ سواری کے تیار ہونے کا حکم دیتے تھے تو وہ اسی اثنا میں سواری کے تیار ہونے سے پہلے پہلے قرآن کو پڑھ لیا کرتے تھے۔[37]

عبدالحسن الموسوی حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کے زمانے میں تو قرآن نہیں تھا پھر آپ کیسے پڑھ لیا کرتے تھے۔ دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اتنی مختصر وقت میں حضرت داؤدؑ کیسے قرآن کو یا پھر زبور کو پڑھ لیا کرتے تھے لہذا یہ تو عقلا محال ہے۔[38]

امام عینیؒ حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔ زبور، عبرانی زبان میں رمضان کے مہینے مین نازل ہوئی ہے۔ زبور میں کل 150 سورتیں تھی، ان میں سے 50 کے اندر بخت نصر سے متعلق معلومات، دیگر 50 میں اہلِ روم کے متعلق معلومات تھیں۔ باقی 50 کے اندر علم، حکمت سے متعلق معلومات تھیں۔ لہذا حلال، حرام سے متعلق زبور میں کوئی آیت موجود نہیں تھی۔ آگے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے اپنے برگزیدہ انسانوں کے لئے مکان میں برکت ڈالنے کے طرح اوقات میں بھی ہر کت ڈالتے ہیں اس لئے حضرت داؤدؑ اتنے مختصر وقت میں زبور کو پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور ان کے لئے ایسا ممکن تھا۔[39]

امام قسطلانیؒ نے بھی اسی بات کا اقرار کیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے زمان، مکان میں برکت ڈال دیتے ہیں۔ انہوں نے امام نوویؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ بعض انسان دن، رات میں 4 دفعہ قرآن کریم کو ختم کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ابو طاھر کے بارے میں نقل کیا کہ وہ دن، رات میں 10 دفعہ قرآنِ کریم ختم کیا کرتے تھے۔ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ اس قسم کے احوال کا ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت کے بغیر ہونا ناممکن ہے۔[40]

ابنِ حجرؒ نے بھی وقت میں برکت کے حوالے سے امام نوویؒ کے اقوال نقل کئے ہیں۔[41]

حدیث نمبر 4: بھیڑیے اور بل کا کلام کرنا۔

حضرت ابو ھریرۃؓ نے آپؐ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"بينما راع في غنمه عدا عليه الذئب، فأخذ منها شاة فطلبه الراعي، فالتفت إليه الذئب فقال: من لها يوم السبع، يوم ليس لها راع غيري؟ وبينما رجل يسوق بقرة قد حمل عليها، فالتفتت إليه فكلمته، فقالت: إني لم أخلق لهذا ولكني خلقت للحرث..."

کہ ایک مرتبہ چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ بھیڑئے نے بکری پر حملہ کر دیا اور ایک بکرے کو اٹھا کر بھاگنے لگا اس پر چرواہے نے ان سے بکری کے واپس کرنے کا کہا۔ اس پر بھیڑئے نے منہ پھیرا اور کہا کہ یوم سبع (فتنہ، فساد والے دن) کے وقت ان بکریوں کا رکھوالا کون ہوگا جس وقت میرے سوا کوئی نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک شخص بل/گائے کو ہانکتا ہوا جا رہا تھا کہ اس پر سوار ہوا اس پر گائے نے منہ مڑا اور کہا کہ میری تخلیق اس کام کے لئے نہیں ہوئی ہم تو کاشت کاری کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ لوگوں نے یہ سن کر تعجب کا اظہار کیا اور سبحان اللہ کہا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اور حضرت ابو بکرؓ اور عمر بن خطابؓ اس پر ایمان لاتے ہیں۔[42]

بعض اہلِ علم نے اس روایت کو عقل کے مخالف ہونے کی وجہ سے رد کیا ہے۔ شرف الدین الموسوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ھریرۃؓ نے بعض اوقات بہیت ہی عجیب، غریب احادیث بھی نقل کی گئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے عقلی حقائق اور عادات کے خلاف بھی روایات نقل کی ہیں۔ اس حدیث میں گائے اور بھیڑیا فصیح عربی زبان بولتے ہیں اور انسانوں کو بھی ان کی سمجھ آتی ہے حالانکہ اس قسم کے روایات وقوع پزیر نہیں ہوئی اور اس جیسے واقعات ممکین نہیں۔ ہاں البتہ بعض اوقات انبیاء کرام کی تائید کے لئے معجزانہ امور سرانجام دیتے ہیں لیکن یہاں پر تو ایسی کوئی ضرورت اور کیفیت نہیں۔ لہذا یہ حدیث عقلا ممکین نہیں۔[43]

امام قسطلانی نے اس قسم کے واقعات کا عقلا ممکن ہونے کو بیان کیا ہے اس کے نزدیک نفسی اور عقلی لحاظ سے اس طرح کلام کرنا ممکن ہے البتہ نفسی کلام کے لئے عقل شرط ہے۔ بھیڑئے اور گائے میں عقل کا پیدا کرنا جائز اور ممکن ہے۔ اس لئے صاحبِ معجزہ کا اس قسم کے واقعات سے متعلق خبر دینا اور حقیقیت میں اس طرح کے واقعات کے ہونے کو ہم عقلا قبول کرتے ہیں۔[44]

ابو حب اللہ، حدیث پر کئے گئے اعتراضات کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے حوالے سے شرف الدین الموسوی کو وہم ہوا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اہلِ تشیع کے عالم محمد باقر کی کتاب "بحار الانوار" میں لومڑی، بھیڑیئے، سانپ، خرگوش کے نام سے ایک مستقل باب کے تحت تفصیلاً ذکر کی گئ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں وہ جس کو چاہے بولنے کی طاقت عنایت کرتے ہیں اور جس سے چاہے لے لیتے ہیں۔ قیامت کے دن انسان کے اعضاء کھل کر بات کریں گے لہذا جب اعضاء

کھل کر بات کریں گے جبکہ ان کی کوئی زبان نہیں ہوتی تو بھیڑیے اور گائے کے لئے بات کرنا پھر کیا مشکل ہو سکتا ہے جبکہ ان کی زبان بھی ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اہلِ تشیع کی کتابوں میں اس کے مشابہ بہت سے روایات موجود ہیں لیکن ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ مثلاً، گھوڑے کا کلام کرنا، سانپ کا کلام کرنا، حضرت علی کے سامنے سانپ کا اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنا، کیڑوں کا کلام کرنا، لہذا جب یہ روایات صحیح ہیں ان کے نزدیک تو پھر صحیح بخاری کی موجودہ روایت میں کیا نقصان اور کمی ہو سکتی ہے۔ کیا الموسوی اپنی کتابوں میں موجودہ روایات سے بے خبر ہیں یا انکی کتابوں میں اس جیسی روایات صحیح ہیں اور صحیح بخاری کی محلِ نظر اور مردود ہیں۔[45]

خلاصۃ البحث

موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کرنے سے متعلق حدیث کے بارے میں اہلِ علم حضرات کے اقوال اور توضیحات کو پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حدیث اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہے کیونکہ موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کرنے جیسے موضوعات سے متعلق احادیث غیبی امور سے متعلق ہیں اور غیبی امور سے متعلق مواد اور موضوعات میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانا درست نہیں۔ کیونکہ ان امور کا ادراک ہمارے عقل کے ذریعے ممکن نہیں۔ ہمارے عقل ناقص ہیں لہذا ناقص عقول سے غیبی امور کا صحیح ادراک کیسے کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے زمان[46] ے میں اگر چند چیزوں پر غور کیا جائے تو حدیث کے سمجھنے میں آسانی ہوگی مثلاً بجلی اور اسی طرح بدن میں روح، اور عقل کو ہم ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں اور ان کو محسوس نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے اوپر بھی ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن اعمال کو اللہ تعالی ایک جسم کی شکل میں پیدا کریں گے پھر ان کا وزن ہوگا لہذا موت کو مینڈھے کی شکل میں پیدا کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ اور حائل ہو سکتی ہے۔ جبکہ یہ جو کچھ ہوگا وہ آخرت کی زندگی سے متعلق ہے۔ اس کو ہم دنیاوی زندگی پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ہم آخرت کی چیزوں کا دنیاوی عقول سے اندازہ لگا سکتے ہیں لہذا موت کا مینڈھے کی شکل میں ذبح کرنا اپنے حقیقی معنی پر محمول کرنا بھی درست اور صحیح ہے لیکن اگر تمثیل اور تشبیہ کے معنی پر محمول کیا جائے جیسا کہ بعض اہلِ علم نے کیا ہے تو بھی حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

اولادِ آدم کی قد کے چھوٹے ہونے کے حوالے سے متعلقہ حدیث کے بارے میں ہماری رائے بھی وہی ہے جس کو ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ ساٹھ گز سے قوم ثمود اور قوم عاد کے زمانے تک قد میں اتنی جلدی کمی کا ہونا اور پھر قوم ثمود کے بعد طویل زمانے میں پھر بہت کم فرق کا سامنے آنا ایک حد تک محل نظر ہے۔ اس کے علاوہ عبد الحسن الموسوی کا اعتراض کرنا ایک حد تک اپنی جگہ درست ہے لیکن انبیاء اور دیگر عام انسانوں کو ایک طبقے میں رکھنا یہ بالکل غلط ہے اور اعتراض کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے حالانکہ انبیاء کے لئے بطور معجزہ کے بہت چیزوں میں دیگر عام انسانوں سے ممتاز رکھا گیا ہے انبیاء کے اولیاء اللہ کا حال دیکھنے سے بھی اس کے اعتراض کا جواب مل جاتا ہے کہ انکے اوقات میں کتنی برکتیں ہوتی ہیں جیسا کہ علماء نے انکے حوالے سے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

بھیڑیے اور گائے کے کلام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ تو حیوان ہیں انہوں نے کیسی باتیں کی تو ابتداء یہ اعتراض بھی صحیح ہے لیکن اللہ کے کیا مشکل ہے کہ کسی حیوان میں بطور عبرت و نصیحت کے عقل پیدا کرے اور انکو بولنے کی صلاحیت عطا کرے جیسا کہ قیامت میں انسان کے اعضاء کو بولنے کی قوت عطا کی جائے گی حالانکہ بولنے کا کام زبان کا ہے اس کے علاوہ جانوروں میں تو زبان بھی ہوتی ہے تو اللہ نے ان میں بولنے کی قوت رکھ دی ہو لہذا حدیث اپنی جگہ بلکل درست ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1]خطیب البغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص،8۔

Hatib al-Bagdadi, alkifaya fi ilm arwaya, page.8

[2]ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ج،1، ص،409۔

Ibn Abdilber, jami al-Bayan , V,1, page, 409.

[3]۔ تقی امینی، حدیث کادرایتی معیار، ص،179۔

Taqi, Amini, Hadis ka darayti meyar, P, 179

[4]خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقہ، ج،1، ص،132۔

Hatib al-bagdadi, al-Faqih wal mutafaqh, Page, 132.

[5]ابنِ منظور، جمال الدین، لسان العرب، ج،11، ص،

Ibn Manzor, Lisan al-arab, V, 11

[6]زین العابدین، قاضی، قاموس الاقرآن،، ص،158، دارالاشاعت کراچی۔

Zain ul aideen, Qazi, Qamus al-aqran, Page, 158

[7]الاصفہانی، راغب حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، مادہ عقل، مکتبہ نور محمد، کراچی۔

Al-Asfahani, Ragaib Husain, al-Mufradat, mada, Akl,Maktaba Noor Muhammad, Karachi.

[8]تفتازانی، مسعود بن عمر، شرح العقائد النسفی، دارالاشاعت، کراچی، ص،23۔

Taftazi, Masood bin Umar, Sharh aqaid an Nasafi, Dar al-Ishaat, Page, 23.

[9]ابنِ الجوزی، کتاب الاذکیاء لطائف علمیہ، ص،47، مکتبہ الحسن، لاہور۔

Ibn al-Jawzi, Kitab al-Azkiya, Page, 47.

[10]۔(ابنِ الجوزی، کتاب الاذکیاء، صفحہ 47)۔

Ibn al-Jawzi, Kitab al-Azkiya, Page, 47.

[11]سورہ البقرہ، آیت،44۔

Sura al-Baqara, Ayat, 44.

[12]سورہ النساء، آیت،82۔

Sura al-Nisa, Ayat, 82.

[13]سورہ البقرہ، آیت،269۔

Sura al-Baqara, Ayat, 269.

[14]سورہ البقرہ، آیت،09۔

Sura al-Baqara, Ayat, 09.

[15]سورہ البقرہ، آیت،269۔

Sura al-Baqara, Ayat,269.

[16]سورہ الحشر، آیت،02۔

Sura al-Hashr, Ayat, 02.

[17] ولی الدین، محمد بن عبداللہ، مشکواۃ المصابیح، ج،2، ص،466۔

[18] ابی عمر، احمد بن محمد، العقد الفرید، ج،6، ص،16، مکتبہ صادر، بیروت۔

[19] صحیح بخاری، رقم الحدیث،4730۔

Sahih Bukhari, Raqm al_hadis, 4730.

[20] صحیح بخاری، رقم الحدیث،6544۔

Sahih Bukhari, Raqm al_hadis, 6544.

[21] صحیح بخاری، رقم الحدیث،6548۔

Sahih Bukhari, Raqm al_hadis, 6548.

[22] سنن ترمذی، رقم الحدیث5825۔

Sunan Tirmizi, Raqm al-Hadis, 5825.

[23] سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث،4327۔

Sunan Ibn Maja, Raqm al-Hadis, 4327.

[24] مسند ابی لیلیٰ، رقم الحدیث،2898

Musnad abi Yala, Raqm al-Hadis, 2898.

[25] سنن ترمذی، رقم الحدیث،3156)۔

Sunan Tirmiz, Raqm al-Hadis, 3156.

[26] ابن حجر، فتح الباری، ج،11، ص،421۔

Ibn Hajar, Fath al-bari, v.11, p, 421.

[27] امام عینی، عمدۃ القاری، ج،14، ص،52۔

Imam Ayni, Umdatul Qari, v, 14, P, 52.

[28] دیکھیئے، حاشیہ مسند احمد بن حنبل، ج،5، ص،334۔

Hashiya, Musnad-Ahmed bin Hanbal, V, 5, P, 334.

[29] ابنِ القیم، تفسیر، ص،371۔

Ibn al-Qayyim, Tafseer, P, 371.

[30] امام بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث،3326۔

Sahih Bukhari, Raqm al_hadis, 3326.

[31]، امام بخاری، صحیح بخاری، حدیث رقم،553۔

Sahih Bukhari, Raqm al_hadis, 553.

[32] سورہ روم، آیت،30۔

Sura al-Rum, Ayat, 30.

[33] دیکھئے: عزیز اللہ بوہیو، https://islamastoldbyquran.wordpress.com/2013/01/19

[34] ابنِ حجر، فتح الباری، ج،6، ص،367۔

Ibn Hajar, Fath al-bari, v.06, p, 367.

[35]انور شاہ کشمیری، فیض الباری، ج،4، ص،16۔

Anwar Shah Kashmiri, Faiz al-Bari, V, 4, P, 16

[36]ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ج،7، ص،2934۔

Molla al-Qari, Mirkat, V, 7, P, 3934.

[37]،امام بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث،4713۔

Sahih Bukhari, Raqm al_hadis, 4713.

[38]عبدالحسن الموسوی، کتاب ابی ھریرۃ، ص،150، اس کے علاوہ دیکھیئے جعفر سبحانی، ص،359۔

Abdur Rahman al-musawi, Kitabu abi Hurera, P, 150.

[39]امام عینی، عمدۃ القاری، ج،14، ص،196۔

ImamAyni, Umdatul Qari, v, 14, P, 196.

[40]قسطلانی، ارشاد الساری، ج،5، س،395۔

Qastalani, Irshad as Sari, v, 05, P, 395.

[41](ابن حجر، فتح الباری، ج،6، ص،454۔

Ibn Hajar, Fath al-bari, v.06, p, 454.

[42]امام بخاری، صحیح بخاری، رقم الحدیث،3663۔

Sahih Bukhari, Raqm al_hadis, 3663.

[43] عبدالحسین الموسوی، کتاب ابو ھریرۃ، ص،115۔

Abdul Husain al-Musawi, kitabu abi Hurara, P, 115.

[44] قسطلانی، ارشاد الساری، ض،4، ص،175۔

Qastalani, Irshad as Sari, v, 04, P, 175

[45] ابو حب اللہ، الرد علی شرف الدین الموسوی، ص،14۔

Abu Hubillah, ar-Radu ala Sharafiddin al-Musawi, Page, 14.